یورپ پر اسلامی تہذیب کے اثرات

خالدہ اختر

یورپ میں مسلمانوں کا داخلہ اُندلس اور سسلی دونوں راستوں سے ہوا تھا۔ آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمان سپین میں پہنچے اور سو سال بعد سسلی میں وارد ہوئے یہ اپنے ساتھ تاریخ، فلسفہ طبعیات، طب، ریاضی، شعر و ادب علم الکلام اور دیگر کئی علوم لائے۔ رفتہ رفتہ ان علوم کے اثرات اٹلی، جرمنی، فرانس اور دیگر ممالک میں پہنچے اور بارہویں صدی میں یورپ میں کچھ علمی تحریکیں شروع ہو گئیں۔ یہاں تک کہ سولھویں صدی عیسوی میں ممالک یورپ میں ایک عام بیداری پیدا ہو گئی جس کو یورپ کی حیاۃ ثانیہ کہا جاتا ہے۔[1]

ڈریپر لکھتا ہے "قرون وسطیٰ میں یورپ کا بیشتر حصہ لق و دق بیابان یا بے راہ جنگل تھا۔ کہیں کہیں راہبوں کی خانقاہیں اور چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد تھیں جا بجا دلدلیں اور غلیظ جوہڑ تھے۔ لندن اور پیرس جیسے شہروں میں لکڑی کے ایسے مکانات تھے جن کی چھتیں گھاس کی تھیں، چمنیاں، روشندان اور کھڑکیاں مفقود۔ آسودہ حال لوگ فرش پر گھاس بچھاتے اور بھینس کے سینگ میں شراب ڈال کر پیتے تھے۔ صفائی کا کوئی انتظام تھا نہ گندے پانی کے نکاس کے لئے نالیوں وغیرہ کا رواج تھا۔ گلیوں میں فضلے کے ڈھیر لگے رہتے تھے۔ چونکہ سڑکوں پر بے اندازہ کیچڑ ہوتا تھا اور روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا اس لئے رات کے

کے وقت جو شخص گھر سے نکلتا وہ کیچڑ میں لت پت ہو جاتا۔ تنگی رہائش کا یہ عالم تھا کہ گھر کے تمام آدمی اپنے مویشیوں سمیت ایک ہی کمرے میں سوتے تھے۔ عام لوگ ایک ہی لباس سالہا سال تک پہنتے تھے جسے دھوتے نہیں تھے، نتیجۃً وہ چرکین، میلا اور بدبودار ہو جاتا تھا۔ نہانا اتنا بڑا گناہ تھا کہ جب پاپائے روم نے سسلی اور جرمنی کے بادشاہ فریڈرک نامی (۱۲۵۰-۱۲۱۳) پر کفر کا فتویٰ لگایا تو فہرست الزامات میں یہ بھی درج تھا کہ وہ ہر روز مسلمانوں کی طرح غسل کرتا ہے۔[۲] الغرض یورپ کا یہ دور خاصا جاہلانہ اور تہذیب و تمدن سے ناآشنائی کا تھا۔ یورپ کی حقیقی نشاۃ ثانیہ پندرہویں صدی میں نہیں بلکہ عربوں اور موروں کی ثقافت کے زیرِ اثر وجود میں آئی۔ یورپ کی نئی تہذیب کا گہوارہ اٹلی نہیں، ہسپانیہ تھا۔ یہ برا عظم بتدریج جہالت کا شکار ہو چکا تھا۔ حالانکہ اس زمانے میں عرب دنیا کے شہر بغداد، قاہرہ، قرطبہ، طلیطلہ وغیرہ تہذیب و تمدن کے مرکز بن چکے تھے۔[۳]

عرب سے اٹھنے والی یہ ملت اسلامیہ صرف نوے برس کی قلیل مدت میں ملتان بلکہ موجودہ ساہیوال سے بحیرہ اسود اور سمرقند اور دریائے زرافشان سے ساحل اطلانتک تک چھا گئی۔ اس ملت نے جا بجا مساجد و مکاتب بنائے، تالیف و ترجمہ کے مراکز قائم کئے۔ دنیا بھر کے علماء کو اپنے درباروں میں جمع کیا، عظیم لائبریریوں کی بنا ڈالی۔ سڑکیں بنائیں۔ نہریں کھدوائیں، باغات لگائے، رات کو گلیوں میں روشنی کا انتظام کیا، ہر ملک میں الحمراء اور تاج محل بنائے، اور دنیا کو حسین تعمیرات سے مزین کر دیا۔[۴]

مسلمان ایک عقیدہ اور نظامِ حیات لے کر میدانِ جہد و عمل میں اترے۔ انہوں نے سامنے آنے والی ہر چیز کو تاراج نہیں کیا بلکہ جو اشیاء ان کے نظامِ حیات میں سما سکتی تھیں انہیں قبول کر لیا۔ لیکن وہ ہمہ پہلو انقلاب جو اسلامی نظریات کے جلو میں آیا تھا اس نے

مسلمانوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشی، نتیجتاً مسلمانوں کے کارناموں سے ایجادات و اختراعات کا دامن بھر گیا۔

سیدیو نے اعتراف کیا ہے کہ :۔

" اگر ہماری پشت پر عربی تہذیب کی یہ یادگاریں جو ہم تک پہنچی ہیں نہ ہوتیں تو آج ہماری ترقی کا یہ درجہ نہ ہوتا۔" (۵)

مسلمانوں نے یونانیوں کی طرح افکار و نظریات پر ہی بحث نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے سائنس کو عملی طور پر استعمال کر کے انسانیت کی خدمت پر لگا دیا۔

رابرٹ بریفالٹ کا یہ کہنا بھی بجا ہے کہ اگر عرب نہ ہوتے تو زمانہ حاضر کی یورپی تہذیب پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی اور یہ قطعی و یقینی ہے کہ یورپی تہذیب ایسی نوعیت اختیار نہ کر سکتی تھی جس کی وجہ سے وہ ارتقار کی تمام ماقبل منزلوں سے آگے بڑھ گئی ہے۔ اگرچہ یورپ کی نشوونما کا کوئی ایک رخ بھی ایسا نہیں جس میں ثقافت اسلامی کے اثرات کا سراغ نہ مل سکے لیکن اس کا تو نہایت واضح اور مکمل ثبوت ہے کہ یورپ میں وہ قوت پیدا ہوگئی جو دنیائے حاضر کی اعلیٰ ترین امتیازی قوت اور اس کی کامیابی کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے۔(۶)

موسیو لیبان "تمدن عرب" میں لکھتے ہیں "عربوں نے چند صدیوں میں اندلس کو مالی اور علمی لحاظ سے یورپ کا سرتاج بنا دیا۔ یہ انقلاب صرف علمی اور اقتصادی نہ تھا اخلاقی بھی تھا انہوں نے نصاریٰ کو انسانی خصائل سکھائے۔ ان کا سلوک یہود و نصاریٰ کے ساتھ وہی تھا جو مسلمانوں کے ساتھ تھا۔ انہیں سلطنت کا ہر عہدہ مل سکتا تھا۔ مذہبی مجالس کی کھلی آزادی تھی۔ ان کے زمانے میں لاتعداد گرجوں کی تعمیر اس برابری کی مزید شہادت ہے۔"(۷)

سپین میں عربوں اور عیسائیوں کے تعلقات اس قدر گہرے تھے۔ کہ جب عبدالرحمان اوّل

(۷۵۶-۷۸۸) کے زمانے میں شارلیمان (۷۶۸-۸۱۴) نے سپین پر حملہ کیا تو اس کا مقابلہ نصاریٰ اور مسلم نے باہم متحد ہو کر کیا تھا۔[۸]

عربوں کی سپین اور سسلی کی تجارتی و صنعتی سرگرمیوں نے یورپ کی تجارت و صنعت کو جنم دیا۔ اسلامی علاقے نیز جزیرہ نما اور کوہ پیرینیز کے شمال میں واقع سلطنتوں کے بے شمار گاہکوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اندلس میں پارچہ بافی، زیورات سازی، ہاتھی دانت کی صنعتیں، کوزہ گری، گھریلو ساز و سامان وغیرہ بنانے کی صنعت بہت تیزی سے ترقی کرتی گئی، یہ سب چیزیں باہر سے درآمد شدہ نمونوں پر بنائی جاتی تھیں۔[۹]

رابرٹ بریفالٹ لکھتا ہے "عربی دنیا کے نفیس اور شاندار کتانی، سوتی اور ریشمی پارچات، ساٹن اور نرم ریشم کے کپڑے، ایرانی تافتہ، موصل کی ململ، غزہ کی جالی، غرناطہ کا جالی دار ریشمی اونی کپڑا، ابری ریشم، کریپ، طرابلس کی شفون وغیرہ نے یورپ کی موٹا جھوٹا پہننے والی آبادی میں اعلیٰ درجے کے لباس کا ذوق و شوق پیدا کر دیا۔"[۱۰]

عرب جغرافیہ نگار شریف الادریسی (۱۰۹۹-۱۱۵۴) نے لکھا ہے کہ "اندلس کے شہر المرسیہ میں قیمتی ریشمی کپڑوں کی بافت کے لئے آٹھ سو کرگہ تھیں نفیس پارچہ جات مرسیہ، اشبیلیہ، غرناطہ اور مالقہ میں بھی تیار ہوتے تھے۔ میڈرڈ کی شاہی تاریخی اکیڈمی میں ایک پارچہ ہے جو مشجر فیتوں سے آراستہ ہے جن کا رنگ سرخ اور نیلا ہے۔"[۱۱]

نیویارک کے کوپر یونین میوزیم میں ایک دلچسپ پارچہ ہے جو رنگین ریشم کی شجر کاری سے آراستہ ہے جس میں حلقوں کے اندر لوگ مے نوشی کرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ ان کو گیارھویں صدی کے اندلسی صندوقچوں کی تصاویر سے بڑی مشابہت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی اسی زمانے کے ہوں گے۔ اسی طرز کا ایک زربفت کا ٹکڑا میٹرو پالیٹن

میوزیم میں ہے اس میں چند مطرب دکھائے گئے ہیں جن کے ہاتھوں میں طنبورے ہیں، ان تصاویر میں سرخ، نیلا، سبز اور نیلے بادامی رنگ استعمال ہوئے ہیں اور ان کی زمین سنہری ہے۔

بعض پارچہ جات جن پر انسانوں، جانوروں اور پرندوں کی تصاویر ہیں آج کل ویلنشی، برلن اور نیویارک کے عجائب خانوں میں محفوظ ہیں۔(۱۲)

اندلس میں مذہبی نوعیت کا گھریلو سازوسامان جس کا آغاز کم از کم چوتھی صدی ہجری/ دسویں صدی عیسوی سے ہوا غیر معمولی طور پر نفیس اور عمدہ بنتا تھا۔ آٹھویں صدی ہجری/ چودھویں صدی عیسوی کا ایک مورخ لکھتا ہے "ماہر ترین کاریگروں کا اس پر اتفاق ہے کہ جامع قرطبہ اور مراکش کی جامع کتبیہ کے منبر موجودہ منبروں میں سب سے زیادہ نفیس ہیں۔ اہل مشرق کے کام کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ وہ چوب تراشی میں کچھ زیادہ ماہر نہیں۔ الادریسی کے نزدیک قرطبہ کی بڑی مسجد کا منبر دنیا میں بے مثال ہے۔(۱۳)

زمانہ خلافت کی صناعی کے سب سے شاندار نمونے ہاتھی دانت کے صندوقچے اور مرتبان تھے۔ جن کے ابتدائی نمونے بوزنطینی تمدن میں تلاش کئے جا سکتے ہیں۔ ان کی آرائش کا نمایاں ترین پہلو عربی نقش و نگار (طوارلیق) ہیں۔(۱۴) اندلس کے اموی فرمانرواؤں کے عہد میں ہاتھی دانت کے گول اور مستطیل ڈبے اور صندوقچے بھی بہت مقبول تھے جن پر فرمانرواؤں یا امیروں کے نام کندہ ہیں۔ قدیم ترین نمونے دسویں صدی کے ہیں ان پر عبدالرحمان ثالث (۹۱۲-۹۶۱) کا نام کندہ ہے۔ اور وہ وکٹوریہ اینڈ البرٹ میوزیم (لندن) میں محفوظ ہیں۔ دسویں صدی کا ایک اہم صندوقچہ جو شہر زمورا (سپین) کے کلیسا سے ملا ہے میڈرڈ کے سرکاری عجائب خانہ میں موجود ہے۔ اس پر ۳۵۳ھ اور خلیفہ الحکم ثانی کا نام کندہ ہے۔ گیارہویں صدی کے مشہور نمونوں میں سے جواہرات رکھنے کی ایک صندوقچی جو پامپلونا (PAMPALONA) کے گرجا میں

ملی تھی اس پر ۳۹۰ھ درج ہے۔ بورگوس (BURGOS) میں ایک صندوقچہ ہے جس پر ۴۱۷ھ مندرج ہے۔[۱۵] اندلس میں کوزہ گری نے بھی غیر معمولی ترقی کی۔ زمانہ خلافت میں وہ برتن بنائے گئے ہیں جنہیں مدینۃ الزہرا یا مدینۃ الزہرہ کی کوزہ گری کہا جاتا ہے کیونکہ ان دو شہروں کے کھنڈروں میں ان کے بہت سے نمونے دستیاب ہوئے ہیں۔ ان میں سفید زمین پر سبز رنگ (توتیا) کے نقش و نگار بنائے گئے ہیں جن کے گرداگرد گہرے بھورے رنگ کا حاشیہ ہے۔[۱۶]

اندلس کے عرب کاریگر کنوؤں کے منڈیر اور پانی کے مٹکے تیار کیا کرتے تھے جو نقاشی یا سانچوں میں ڈھلی ہوئی آرائش سے مزین ہوتے تھے۔ اس قسم کے ظروف یا تو بالکل سادہ ہوتے تھے یا ان پر سبز رنگ کا روغن ہوتا تھا۔ اس کی ایک قدیم مثال کنویں کی ایک منڈیر ہے جو اشبیلیہ سے حاصل ہوئی ہے اور جس پر ۴۳۰ھ مندرج ہے اور آج کل میڈرڈ کے عجائب خانہ آثار قدیمہ میں محفوظ ہے۔ پانی کا ایک بڑا سادہ مٹکا میٹرو پالیٹن میوزیم میں موجود ہے۔[۱۷] چودھویں صدی میں مالقہ اور غرناطہ کے کوزہ گر ٹائلوں اور بڑے بڑے پیالوں اور گلدانوں کے بنانے اور انہیں سنہرے یا نیلے رنگ سے مجلا کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ان ظروف میں سب سے زیادہ مشہور الحمراء کے بیضوی شکل کے بڑے بڑے گلدان ہیں جن کی آرائش میں بیل بوٹوں، عربی عبارتوں اور جانوروں کی تصویروں سے کام لیا گیا ہے۔ جس کی مثال غرناطہ کے قصر الحمراء کا ایک مشہور گلدان ہے۔[۱۸] سپین میں کم خواب کے ان مشہور شامیانوں کے کئی نمونے محفوظ ہیں۔ جو بغداد سے آئے تھے اور جو قرون وسطیٰ کی ریشمی صنعت کے انتہائی کمال کی نشان دہی کرتے ہیں۔[۱۹]

پندرھویں صدی کا ایک نادر اندلسی قالین ہے جس میں ہشت پہلو اشکال کے اندر ستاروں کے ذریعے اقلیدسی شکلیں بنی ہوئی ہیں۔ اس طرز کے قالین کا ایک نمونہ میٹرو پالیٹن میوزیم

میں موجود ہے۔ (۳۰)

شام اور ہسپانیہ میں بے شمار کرگہ تھے جن میں تیس ہزار ریشم باف کاریگر کام کرتے تھے۔ یہ کاریگر امرائے سلطنت کے ملبوسات اور مسیحی پادریوں کی مقدس عباؤں کے لئے کپڑا تیار کرتے تھے۔ اس قسم کے منظر اکثر سامنے آتے تھے کہ ایک بشپ گرجا میں عبادت کر رہا ہے اور اس کی عبا پر قرآنی آیات کاڑھی ہوئی ہیں۔ یورپ کی خواتین نے بھی عربی قمیص اور جبہ پہننا شروع کر دیا تھا۔ رفتہ رفتہ مسیحی یورپ میں مشرق کی مصنوعات عام ہوگئیں اور ان کی نقالی بھی کی جانے لگی۔ (۲۱)

مغربی ایشیا میں زراعت کے جو طریقے رائج تھے ان سے اندلس کے عربوں نے یورپ کو روشناس کرایا۔ عربوں نے سپین میں نہریں کھودیں، انگور کے باغات لگائے اور دوسرے پودوں اور پھلوں کے سوا چاول، خوبانی، شفتالو، انار، نارنگی، روئی اور زعفران کی کاشت بھی پہلے پہل ان ہی عربوں نے شروع کی۔ جزیرہ نما کے جنوب مشرقی میدانوں کو قدرت کی طرف سے زرخیز زمین اور اچھی آب و ہوا ملی۔ ان میدانوں میں شہری دیہی صنعت و حرفت اور تجارت کے اہم مرکز فروغ پاتے رہے۔ یہاں کے کاشتکار زیتون اور دوسرے خشک میووں کے سوا گیہوں اور دوسرے اناجوں کی کاشت بھی کیا کرتے تھے۔ (۲۲)

مسلمانوں نے تعمیرات میں سرخ و سفید پتھر کو عام کیا۔ نوکدار محرابوں، آرائشی طاقچوں، جالیوں اور میناروں کو مقبول بنایا۔ محلات و مساجد پہ خطِ طغرائی میں آیات نویسی کا سلسلہ شروع کیا۔ جابجا درسگاہیں اور کتب خانے قائم کئے۔ ایک سو تیرہ بندرگاہیں بنائیں اور وہاں کے لوگ اسلامی تہذیب سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کا لباس، تمدن، نظام تعلیم اور رہن سہن سب کچھ اسلامی سانچے میں ڈھل گیا۔ (۲۳)

یورپ کے افلاس کی یہ حالت تھی کہ اٹلی کے تاجروں کے پاس عربوں کا مال خرید نے کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔ وہ عموماً ارد گرد کے دیہات سے بچے چرا لاتے، انہیں غلام بنا کر بیچتے اور اس طرح رقم ادا کرتے تھے۔ عربوں نے ہند، چین ملاکا اور ٹمبکٹو تک خشکی کے راستے کھول دیئے ـــــ اور سوڈان و سقوطرہ سے مڈغاسکر تک تجارتی منڈیوں کا ایک سلسلہ قائم کر دیا۔ جہاز سازی کے فن کو ترقی دی۔ دنیا کو بحر پیمائی کا درس دیا۔ ہنڈیوں کا طریقہ رائج کیا۔ اور بحری تجارت کے لئے انتظامیہ کونسلیں قائم کیں۔(۲۴)

اسلامی تہذیب کو پھیلانے میں صلیبی جنگوں نے بھی بڑی مدد کی۔ اندازاً دو سو برس تک لاکھوں صلیبی، مصر، فلسطین، ایشیائے خورد اور شام میں آکر اسلامی تہذیب و تمدن سے متاثر ہوتے رہے۔ صلیبیوں نے پہلی جنگ (۱۰۹۶ء) میں یروشلم لے لیا تھا۔ وہ یہاں اسی برس تک حاکم رہے۔ پہلا بادشاہ بالڈون عربی لباس پہنتا تھا۔ اس نے مسلمانوں کی طرح جا بجا حمام قائم کئے اور شفاخانے بنائے۔ یورپی حکام عربی سیکھنے لگے، ساز جنگ میں گھوڑوں کی زرہ، طبل اور بارود کا اضافہ ہوا۔(۲۵)

دنیا کا کوئی مؤرخ عیسائی یا غیر عیسائی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ جب مسلمان قوم اندلس میں آئی تو سارا یورپ جہالت اور بد تہذیبی کے اندھیروں میں الجھا ہوا تھا۔ علم کی کوئی مشعل روشن نہ تھی۔ چند پادری ایسے تھے جو لاطینی یا عبرانی زبان سے شد بد رکھتے تھے۔ مگر ان کی تعداد دس ہزار میں صرف ایک تھی یعنی دس ہزار جاہلوں میں سے ایک شخص ایسا تھا۔ جو لاطینی زبان پڑھ یا لکھ لیتا۔ عوام کے گروہ کے گروہ انتہائی جاہل اور بیہودہ تھے۔ مسلمانوں نے اس ملک میں آتے ہی کایا پلٹ دی اور ہر طرف علم کی مقدس مشعلیں جلا دیں۔(۲۶)

اندلس کے مسلمان بادشاہ خود بڑے عالم تھے۔ عبدالرحمان اوّل، ہشام اول، الحکم اول عبدالرحمٰن ثانی، الحکم ثانی، ہشام ثانی، ابن ابی عامر حتیٰ کہ ابوالحسن، الزغل اور ابوعبداللہ بھی اپنے وقت کے بہت بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں۔(۲۷)

قرطبہ، اشبیلیہ اور غرناطہ، طلیطلہ، سرقسطہ، ملاغلا، المیریا، بلنسیہ، شاطبہ اور دوسرے اضلاع انہی بڑی درسگاہوں کے سبب بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ بارہویں صدی عیسوی میں قرطبہ میں ایک ہزار بڑی درسگاہیں اور تعلیمی ادارے تھے جہاں ثانوی اور اعلیٰ تعلیم دی جاتی۔ ان درس گاہوں میں دس ہزار سے زائد طلبہ ہر وقت موجود رہتے۔(۲۸)

مسلمانوں نے یورپ میں علم کی جس طرح شمعیں روشن کیں۔ ان کو تفصیل سے بیان کرنے کا موقع نہیں ہے۔ مختصراً اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عربی زبان وادب تہذیب و تمدن کا ان پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ ان کی ایک بڑی تعداد دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔ چنانچہ ان غیر عربی لوگوں میں سے جو بھی اسلام لاتا تھا وہ دل وجان سے عربی زبان کو اپناتا تھا اور شعوری طور پر اپنی مادری قومی زبان سے پیچھا چھڑاتا تھا۔ تاریخ میں بارہا ایسے موقعے آئے کہ عربوں سے نفرت ہے ان کے خون کے پیاسے ہیں لیکن عربی زبان کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔(۲۹)

ممتاز ولندیزی عالم ڈوزی (DOZY) جو سپین میں عربوں کی تاریخ کا خصوصی مؤرخ تھا نویں صدی کے نصف میں قرطبہ کے لشپ ALVARO کا بیان نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "انجیل مقدس کی لاطینی تفسیریں پڑھنے والے آج کہاں ملتے ہیں۔ افسوس! آج تمام ذہین و دماغ کے عیسائی جوان عربی کتابوں کے عشق میں مبتلا ہیں۔ عربی ادب کے گن گاتے ہیں اور عربی کی کتابیں انکی لائبریریوں کی زینت بناتے ہیں۔(۳۰) عربی زبان اور عربی ادب کی ہردلعزیزی اور مقبولیت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔ فرانس کے فلسفی

وکٹر ھیوگو (۱۸۰۲ - ۱۸۸۵) نے کہا تھا "پہلے تمام دنیا یونان پرست تھی لیکن اب مشرق پرست ہے" (۳۱)

حوالہ جات

۱- LEGACY OF ISLAM

۲- ڈریپر، معرکہ مذہب و سائنس۔

۳- رابرٹ بریفالٹ، تشکیل انسانیت ص ۲۹۲، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۹ء

۴- غلام جیلانی برق۔ ہماری عظیم تہذیب ص ۲۳ لاہور، شیخ غلام علی، ۱۹۷۶ء

۵- سیدلو، تاریخ العرب العام ص ۹۰- ۹۱ - القاہرہ، دار احیاء الکتب العربیہ۔

۶- رابرٹ بریفالٹ ص ۲۹۵

۷- موسیو لیبان، تمدن عرب ص ۱۳۱۵

۸- ابن العذاری، البیان المغرب ج ۲، ص ۷۱ - ۹۰ لائیڈن، نشر و تحقیق لیوی پروونسال ۱۹۴۸ء

۹- اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۲۵۸

۱۰- بریفالٹ ص ۲۲۱ - ۲۲

۱۱- ڈیمنڈ، ایم۔ ایس مسلمانوں کے فنون (ترجمہ عنایت اللہ) لاہور پنجابی ادبی اکیڈمی ۱۹۶۴ء ص ۳۸۳

۱۲- ایضاً ص ۳۸۴

۱۳- اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۲۵۸ - ۹

۱۴- ایضاً ص ۳۵۹

۱۵- مسلمانوں کے فنون ص ۱۹۴

۱۶- اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۳۵۹

۱۷- مسلمانوں کے فنون ص ۳۲۲

۱۸- ایضاً ص ۳۰۴

۱۹- اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۳۵۹

۲۰- مسلمانوں کے فنون ص ۴۳۰

۲۱- بریفالٹ ص ۲۹۵

۲۲- P.K. HITTI, HISTORY OF THE ARABS, ۱۹۶۸ P ۵۲۸

۲۳- ہماری عظیم تہذیب ص ۳۴ - ۳۵

۲۴- بریفالٹ ص ۳۰۹

۲۵- غلام جیلانی برق، یورپ پر اسلام کے احسان لاہور، شیخ غلام علی، ۱۹۶۴ ص ۳۵

۲۶- اندلس کی علمی پس ماندگی کے لئے ملاحظہ ہو صاعد الاندلسی، طبقات الامم ص ۷۹

۲۷- المقری، نفح الطیب فی غصن الاندلس الرطیب، تحت اسماء طبع ڈوزی، ۱۸۰۰ء

۲۸- MC CAHE, SPLENDOUR OF MOORISH IN SPAIN P-۱۹۰

۲۹- محمد یوسف، اندلس تاریخ و ادب ص ۹۹- کراچی، مدینہ، پبلشنگ

۳۰- WHY WE LEARN ARABIC LANGUAGE P-27-28

۳۱- میراث اسلام ص ۲۸۵